© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

# قدیم دور کے چند ہندی فقہائے کرام

## قاضی شرف الدین اصفہانی

قاضی شرف الدین اصفہانی اپنے زمانے کے ممتاز و منفرد عالم دین تھے، فقہ میں بہت دسترس رکھتے تھے، ناصر الدین قباچہ کے دور میں ملتان کے قاضی تھے، ناصر الدین کے بعض احکام کو ماننے پر آمادہ نہ ہوتے تو اس نے ان کو قتل کر دیا۔

واقعۂ قتل کا پس منظر سمجھنے کے لیے ناصر الدین قباچہ کے بارے میں چند سطریں بیان کرنا ضروری ہیں۔ ناصر الدین قباچہ اور شمس الدین التمش دونوں سلطان قطب الدین ایبک کے داماد تھے۔ ایبک کی وفات کے بعد دونوں علیحدہ علیحدہ سلطنتوں کے مالک ہوئے، التمش دہلی کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور قباچہ کا دار السلطنت اُوچ قرار پایا۔ اس کی مملکت میں ملتان بھی شامل تھا۔ اس نے ۶۰۷ھ سے ۶۲۵ھ (۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۸ء) تک اٹھارہ سال حکومت کی، مگر دونوں میں شدید قسم کی چپقلش پیدا ہو گئی تھی، دونوں طرف کی رعایا، التمش کی حامی تھی، کیونکہ وہ قباچہ کی نسبت زیادہ دین دار، تقویٰ شعار اور نیک تھا، ملتان میں، قباچہ کی طرف سے قاضی شرف الدین اصفہانی، عہدۂ قضا پر متمکن تھے اور شیخ بہاء الدین زکریا بھی ملتان کی مسند رشد و ہدایت پر فائز تھے۔ ان دونوں بزرگوں کا قلبی رجحان التمش کی طرف تھا۔

ناصر الدین قباچہ نے التمش کی بڑھتی ہوئی قوت و سطوت اور خواص و عوام میں اس کے اثر و رسوخ کی مضبوط گرفت کو دیکھا تو اس کے خلاف معاندانہ سازشوں کا سلسلہ وسیع کر دیا۔ یہ چیز ملتان کے قاضی شرف الدین اصفہانی اور شیخ بہاء الدین زکریا کے نزدیک قطعی ناپسندیدہ تھی۔ قاضی شرف الدین اصفہانی ایک متدین عالم تھے، انھوں نے دین کی فلاح اسی میں سمجھی کہ التمش کو قباچہ کی سازش سے مطلع کر دیا جائے۔ شیخ بہاء الدین زکریا سے بات کی تو انھوں نے بھی تائید فرمائی، دونوں نے سلطان شمس الدین التمش کو خطوط لکھے، مگر یہ خطوط قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے اور انھوں نے قباچہ کو پہنچا دیے، قباچہ یہ خطوط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پڑھ کر بہت مشتعل ہوا اور ایک محضر کے ذریعے دونوں کو طلب کیا۔ جب دونوں بزرگ مجلس میں تشریف لے گئے تو قباچہ نے شیخ بہاء الدین زکریا کو اپنی داہنی جانب بٹھایا اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا اور خط ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے خط پڑھا اور خاموش ہو گئے، قباچہ غصے میں بھرا ہوا تھا، اس نے جلاد کو حکم دیا کہ ان کو تہ تیغ کر دیا جائے، اشارہ پاتے ہی جلاد نے آگے بڑھ کر سر قلم کر دیا۔ اب وہ شیخ بہاء الدین زکریا کی طرف متوجہ ہوا، ان کے ہاتھ میں خط دیا تو انھوں نے دیکھتے ہی فرمایا۔ بے شک یہ میرا خط ہے، میں نے ہی لکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے، آپ جو چاہے کریں، میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہوں۔ قباچہ نے یہ الفاظ سنے تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور مزید اشتعال کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد کھانا لانے کا حکم دیا، اس کو معلوم تھا کہ شیخ دوسرے کے ہاں کھانا تناول نہیں فرماتے۔ قباچہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر انھوں نے کھانے میں شریک ہونے سے انکار کیا تو اسی بہانے، ان کو ایذا پہنچانے کا موقعہ مل جائے گا، مگر جب کھانا آیا تو شیخ بہاء الدین زکریا نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا اور کھانے میں شریک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر قباچہ کا سارا غصہ جاتا رہا اور معذرت کر کے عزت و احترام کے ساتھ ان کو رخصت کیا[1]

## مولانا شمس الدین خوارزمی

شیخ شمس الدین خوارزمی، جلیل القدر عالم تھے اور علوم عربیہ پر پورا عبور رکھتے تھے سلطان غیاث الدین بلبن کی طرف سے دہلی میں، منصب صدارت پر فائز تھے، اور ساتھ ہی درس و تدریس کے ذریعے لوگوں کو علم کی روشنی سے منور کرتے تھے۔ ان کے تلامذہ کی فہرست میں عظیم المرتبت حضرات شامل ہیں، جن میں شیخ نظام الدین اولیاؒ، شیخ قطب الدین ناقلہ اور شیخ برہان الدین عبدالباقی ایسے

---

[1] ۱۔ فوائد الفواد صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰

۲۔ سیر الاولیا صفحہ ۷۹، ۵

۳۔ سیر العارفین صفحہ ۲۸، ۲۹

۴۔ بزم مملوکیہ صفحہ ۳۰

© rasailojaraid.com

۵۔ بزم صوفیہ صفحہ ۹۳

© rasailojaraid.com

افاضل اور اعاظم رجال کے اسمائے گرامی خصوصیت سے لائق تذکرہ ہیں۔

سیرالاولیا میں مرقوم ہے کہ شیخ نظام الدین اولیا نے ان سے عربی ادب کی معروف کتاب مقاماتِ حریری پڑھی اور اس کے چالیس مقامے حفظ کیے۔ وہ نہایت ادب سے ان کا تذکرہ فرماتے اس ضمن میں سیرالاولیا کے الفاظ یہ ہیں،

حضرت پیش شمس الملک (یعنی مولانا شمس الدین) مقاماتِ حریری تلمذ کردہ بود و حقوق آں نگاہ ہے داشت۔

مولانا شمس الدین خوارزمی کے علم و فضل کے علاوہ ان کے حسنِ اخلاق، لطافتِ طبع اور عذوبتِ لسان کی بھی بڑی شہرت تھی۔ سیرالاولیا میں ہے

عجب لطافتے و طبع لطیف داشت کہ در شہر مثلِ او نبود۔ یعنی بڑے خوش مزاج اور شائستہ طبع تھے، ان کی مثل شہر میں کوئی اور نہ تھا۔ سیرالاولیا میں ان کا یہ لطیفہ بھی مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ان کے کسی دوست نے بہت ہی شکستہ حروف میں ان کو ایک رقعہ لکھا جو ان سے پڑھا نہ گیا تو اس کی پشت پر عربی میں یہ الفاظ لکھ بھیجے۔

انا فیکم خطہ کخطہ فی الشط فلا تکتب لنا

یعنی تمہارا خط ایسا ہے، جیسے بط کے پاؤں کے نشان دریا کے کنارے ہوں۔

سیرالعارفین میں مرقوم ہے کہ دہلی میں بے شمار علما و فقرا جمع تھے لیکن سرآمدِ علمائے روزگار اور اجلا و فضلائے کبار، اس وقت شیخ شمس الدین خوارزمی تھے، تمام علما کے گویا مرجع و مآب تھے اور اصول و فروع اور معقول و منقول کے جامع تھے۔

شیخ نظام الدین اولیاؒ اپنے وطن بدایوں سے مزید تعلیم کے لیے دہلی آئے تو مولانا شمس الدین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا نے ان کے اوصاف دیکھ کر ان کی طرف غیر معمولی توجہ فرمائی۔ وہ اپنے عزیز شاگردوں کو حجرے میں بلا کر درس دیا کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ قطب الدین ناقلہ، شیخ برہان الدین عبدالباقی اور شیخ نظام الدین اولیا کو بھی شرف حاصل تھا۔

ان کا کوئی شاگرد، درس سے غائب ہوتا تو اس کے آنے پر اس سے مذاقاً پوچھتے، میں نے تمہاری کیا خطا کی تھی کہ تم درس میں حاضر نہ ہوئے، بتا دو، تاکہ پھر ویسی غلطی کروں اور تم آئندہ بھی حاضر نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکو، لیکن جب شیخ نظام الدین نہ آتے تو خود ان کے پاس جاتے اور انھیں دیکھ کر یہ شعر پڑھتے

آخر کم از آن کہ گاہ گاہے
آئی و بما کنی نگاہے

سلطان غیاث الدین بلبن کے دل میں مولانا شمس الدین خوارزمی کی اس درجہ قدر و منزلت تھی کہ اس نے ان کو شمس الملک کا خطاب عطا کیا اور اپنی حکومت کا مستوفی الملک (یعنی آڈیٹر جنرل) بنایا، جب ان کو یہ اعزاز ملا تو اس عہد کے مشہور شاعر تاج الدین ریزہ نے ان کی مدح میں یہ شعر کہا۔

شمسا کنون بکام دل دوستاں شدی
مستوفی ممالک ہندوستاں شدی

## قاضی شمس الدین بہرائچی

قاضی شمس الدین بہرائچی، عالم و فاضل اور باکمال انسان تھے۔ محمود بن سلطان شمس الدین ایلتمش اپنے بھتیجے علاء الدین مسعود بن فیروز ایلتمش کی طرف سے جب بہرائچ کا والی مقرر تھا تو اس نے شیخ شمس الدین کو وہاں کا قاضی متعین کیا، کیونکہ وہ ان کے علم و فضل سے بہت متاثر تھا، لیکن جب وہ بادشاہ ہند ہوا تو اس نے ۲۷ رجب ۶۵۱ھ میں ان کو اپنے پاس دہلی بلا کر قاضی ممالک کا عہدہ تفویض کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس کے تمام اہم ملکی امور میں معتمد و مشیر کی حیثیت اختیار کر گئے مگر دوسرے امراء و حکام کو یہ بات پسند نہ آئی اور وہ ان کو حسد کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ انھوں نے سلطان کے پاس ان کی شکایات بھی کیں، سلطان نے اتوار کے دن ۲۳ ربیع الاول ۶۵۳ھ کو اس منصب سے ان کو الگ کر دیا، پھر ۶۵۵ھ میں بعض ارکان سلطنت نے سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو انھوں نے اس پر قاضی شمس الدین کو متہم کیا اور کہا کہ اس بغاوت پر انھوں نے ہی ان کو آمادہ کیا تھا، اس الزام کی بنا پر سلطان نے بروز اتوار ۲ جمادی الاخری ۶۵۵ھ کو انھیں دہلی سے شہر بدر کر کے بہرائچ بھیج دیا، جہاں وہ آخر عمر تک رہے [1]

---

[1] طبقات ناصری جلد اول صفحہ ۴۸۰، ۴۹۲

۲۔ نزہتہ الخواطر جلد اول صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸

© rasailojaraid.com

۳۔ بزم مملوکیہ صفحہ ۱۹۳

© rasailojaraid.com



## شیخ احمد بن محمد ہانسوی

شیخ احمد بن محمد بن مظفر بن ابراہیم خطیب۔ انھیں شیخ جمال الدین نعمانی ہانسوی بھی کہا جاتا ہے۔ شہر ہانسی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ جہاں یہ تقویٰ و صالحیت کے تمام اوصاف سے متصف تھے وہاں بہت بڑے عالم دین اور فقیہہ بھی تھے۔ ان کا شمار کبار مشائخ چشتیہ میں ہوتا ہے۔ تصوف و طریقت کے لیے شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے، اور ان کے اعاظم خلفا میں شامل ہونے کا فخر حاصل کیا۔ سلسلۂ سلوک میں اس درجہ اونچے مقام پر پہنچے کہ ان ہی کی وجہ سے شیخ فریدالدین پورے بارہ سال شہر ہانسی میں قیام فرما رہے۔ شیخ فریدالدین کے نزدیک ان کا مرتبۂ سلوک اتنا بلند تھا کہ جب وہ کسی بزرگ کو کسی علاقے کا خلیفہ مقرر فرماتے اور تصوف و سلوک کے سلسلے کو آگے بڑھانے کی غرض سے اس کو سند و اجازۃ تحریر کر کے دیتے تو اس کو ان ہی شیخ جمال الدین ہانسوی کی خدمت میں بھیجتے۔ اگر شیخ جمال الدین، اس کو لائق خلافت گردانتے اور سند و اجازہ پر اپنی مہر ثبت کر دیتے تو شیخ فریدالدین اس کی خلافت کو باقی رہنے دیتے، اور اگر وہ مہر نہ لگاتے تو اسے رد کر دیتے تو شیخ بھی اس کو قبول نہ فرماتے۔ اور کہتے، جس کو جمال نے گرا دیا وہ ترقی کی منزلیں طے نہ کرے گا۔ نیز فرماتے کہ "جمال، جمال ماست"

شیخ جمال الدین ہانسوی کا عربی میں ایک رسالہ بھی ہے جو "ملہمات" کے نام سے موسوم ہے۔

ان کا ایک فارسی دیوان بھی ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

تا حکم سماع را بدانی در حال ۔۔۔ در حرمت و حلتش سخن گفت جمال
اصحاب نفوس را حرام است حرام ۔۔۔ ارباب قلوب را حلال است حلال

ان کا انتقال ۶۵۹ھ میں ہوا۔[۱]

---

۱۔ اخبار الاخیار، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ) صفحہ ۶۷۔ نیز ملاحظہ ہو۔ نزہۃ الخواطر۔ جلد اول صفحہ ۱۲۲۔

© rasailojaraid.com